

پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ وہ آج کل دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں عرب ملکوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ مصر کی مرکزیت کے پیش نظر وہاں زیادہ قیام رہا اور مختلف انجمنوں کے زیر اہتمام متعدد خطبے دیے اور ہندوستان کی اسلامی تحریکوں اور فکری رجحانات کا تعارف کرایا۔ یہ رسالے مصر میں چھپے ہیں، اس لیے مصری مطبوعات کے ضمن میں ان کا تعارف شاید ناموزوں نہ خیال کیا جائے۔

(۱) **مِنْ هُنَا مَبْدَأُ** مصنف شیخ خالد محمد خالد ازہری۔ ضخامت ۲۲۴ صفحات۔ نام کا

لفظی ترجمہ ہے ”ہم یہاں سے شروع کرتے ہیں“

یہ کتاب مصر کے اُس دور کی ترجمانی کرتی ہے جب اسلام وہاں بے کس تھا۔ ہر لکھنے والا جو چاہتا اسلام اور قرآن کے متعلق لکھ ڈالتا۔ گواہ حالات بدل چکے ہیں اور اس حد تک بدل چکے ہیں کہ ظہ حسین، محمد حسین مہیکل اور عباس محمود عقاد جیسے کفر و الحاد کے داعی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرتیں لکھ رہے ہیں۔ ان حضرات کے فکر و عمل میں کوئی تبدیلی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، مگر یہ واقعہ ہے کہ حالات کی تبدیلی سے بازار کی مانگ بدل گئی ہے، اور یہ حضرات ایکٹروں کی طرح ”طلبہ کے مطابق منڈی میں مال پہنچا رہے ہیں۔ ممکن ہے بعض سادہ دل مسلمانوں کو ہماری یہ بات حیرت انگیز معلوم ہو۔ مگر افسوس کہ صورت حال یہی ہے۔ ایک واقعہ سے اس کا اندازہ ہوگا۔ ان اصحابِ قلم میں سے ایک صاحب نے، جو ماشاء اللہ اسلامی نظام حکومت کے بڑے مداح ہیں، ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بنفس نفیس دوبارہ آکر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہیں تو میں پہلا مخالف ہونگا“ (العیاذ باللہ)۔ لیکن اس کے باوجود اب بازار کی مانگ بیکھری ہوگئی اسلامی نظام حکومت کی اس طرح مدح سرائی کرتے ہیں کہ گویا ان سے بڑھ کر کوئی اس نظام کے قیام کا خواہشمند نہیں ہے۔

حالات کی اس تبدیلی کے باوجود کبھی کبھار **مِنْ هُنَا مَبْدَأُ** جیسی کتابیں اب بھی نکل آتی ہیں۔ بد نصیبی سے اس کے مصنف ازہری کے سند یافتہ عالم ہیں اور مصر میں دینی خدمات پر

ما مودہ چکے ہیں کتاب کا مقصود اصل میں یہ ثابت کرنا ہے کہ ”اسلام حکومت کا کوئی نظام ہے کر نہیں آیا۔“ اور یہ کہ ”حکومت اور دین، دو الگ الگ چیزیں ہیں“ علمائے ازہر کی طرف سے یہ کوئی پہلی مرتبہ گائی نہیں۔ آج سے کوئی پچیس برس پہلے علی عبدالرازق صاحب اسی موضوع پر ”الاسلام و اصول الحکومت“ نام سے ایک کتاب لکھ چکے ہیں، جس پر ان کی عالمیت کی سند پچیس لی گئی تھی اور انہیں ”قضائے شرعی“ کے منصب کے بھی الگ کر دیا گیا تھا۔ اور تو اور خود شیخ ”مصطفیٰ المراغی“ سابق شیخ الازہر، محمد حسین بیگل کی کتاب ”حیاء محمد“ کے مقدمہ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ ”اسلام عقائد و عبادات کے باب میں تو مفصل اور قطعی بیانات سے کر آیا ہے، لیکن حکومت، معاشرہ اور خاندان وغیرہ کے متعلق اس کی تعلیمات بالکل مجمل اور مبہم ہیں“

یہ کتاب منبیا بھی ہوئی، پھر عدالت نے بری کر دیا۔ علمائے ازہر کو خاموش کرنے کے لیے نجات نے اپنے فیصلے میں سابق شیخ الازہر محمد مصطفیٰ المراغی کے ان ارشادات عالیہ سے بھی استدلال کیا ہے جن کا ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔

کتاب کے چار باب ہیں:

۱) الدین الاکھافۃ

۲) الخیرۃ والسلام

۳) قومیۃ الحکمہ

کہانت نہیں بلکہ دین -

روٹی سی میں امن ہے -

قومی، ”اکیٹ“ دینی حکومت کا شریعت الہی سے

بہ نیاز اور قومی ساکیت، پر مبنی ہونا

معطل پچھڑا (عورتیں)

۴) الرئۃ المعطلہ

لے چند سالوں کے بعد پھر عالمیت کی سند واپس مل گئی اور منصب جو بحال ہو گیا۔ شیخ نمالہ کی سند فقہیت

بھی مودہ و خطاب تھی، نہیں معلوم آخرن یہ سارا کیا ہوا؟

”کہانت“ کا لفظ پاپائیت اور Priesthood کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بے حنف کا مطلب

یہ ہے کہ مذہب تو گوارا ہے مگر مذہبی طبقے یعنی علماء کا اقتدار گوارا نہیں ہے۔

پہلے باب میں علماء کرام کی خبر لی گئی ہے اور انہیں دنیا کی تمام برائیوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں اشتراکیت کی دھوت ہے، مگر قانون کی شدت کے باعث دبے الفاظ میں یہ دونوں موضوعات علماء کی مذمت اور اشتراکیت کی تبلیغ، مصنف کو بہت مرغوب ہیں۔ ان کی نئی کتاب "مواطنین" (امریکیا) رحمت نہیں، بلکہ اہل وطن، جسے بعض نقاد اس رسوائے عالم کتاب کا "کفارہ" قرار دے رہے ہیں، بھی علماء کی جاوے جا مذمت اور روس کی شاخوانی سے پُر ہے۔ ہر جگہ امریکہ اور یورپ کے مفکرین کے اقوال سند کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی کام لیا گیا ہے، مگر مشکل ہی سے کوئی آیت یا حدیث کا کوئی ٹکڑا تحریف سے محفوظ رہا ہو۔

تیسرے باب میں خاص طور پر "الاخوان المسلمون" اور ان لوگوں سے خطاب ہے، جو اس دور میں اسلامی نظام حکومت کے داعی اور اس کے قیام کے لیے کوشاں ہیں۔ چوتھے باب میں عورتوں کی مظلومیت اور بے کسی کا رونا رویا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو ایک سمجھتے اور مسلمان قوم کی ہزار سالہ برائیوں اور بد اعمالیوں کو غریب اسلام کے سر تھوپتے ہیں۔ قومیۃ الحکمو کے باب میں دین کے جھوٹے علمبرداروں کے بے اصول مسلمانوں اور عیسائی بادشاہوں کی تمام برائیاں اسلامی حکومت کے حساب میں جمع کر دی گئی ہیں۔ اور تازہ مثال کے طور پر سعودی عرب کی تعلیمی و اقتصادی پستی اور اس کے بادشاہ اور شہزادوں کی عیاشیوں اور عیش پرستیوں کو اسلامی نظام حکومت اور دینداری کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے (صفحہ ۱۸۶-۱۹۷)۔ جب نبیادہ ہی سرتاپا غلط ہو، تو نتائج کیوں نہ غلط اور گمراہ کن ہوں؟

کتاب میں بعض مفید معلومات بھی ہیں۔ روٹی ہی میں امن ہے (انجمن مواسلام کے سلسلے میں مصر کی اقتصادی حالت سے متعلق بعض ایسی حقیقتیں بیان کی گئی ہیں جن سے اس خطہ میں پاکستان

۱۔ مواطنون کو مصنف نے Nationals کے معنوں میں استعمال کیا ہے، جو لغت کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ اور رعایا کو مظلوم و مغبور غلاموں کے مفہوم میں لائے ہیں، جو اس لفظ پر ظلم ہے۔ ایک ازبک عالم عبد المتعال صغیدی نے (جو خود بھی بکے ہوئے ہیں) لفظ رعایا کے غلط استعمال پر مصنف کو سختی کے ساتھ ٹوکا ہے۔

کے باشندے عام طور پر نادان واقف ہیں۔ زمین کی غیر فطری تقسیم، (ص ۱۱۶-۱۱۵)، بندوبست اراضی کے ظالمانہ قوانین، (ص ۱۱۹-۱۳۹) اور ملازمین کی تنخواہوں میں حدود درجہ تفاوت (ص ۱۳۲)، اور اس قسم کے دوسرے مسائل سے متعلق مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک یہ حالات قائم ہیں، صرف تشدد اور فوجی قوانین سے استراکیت کا سیلاب نہیں روکا جاسکتا۔

آخری باب میں عورتوں کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے۔ مصر میں عورتوں کی تعلیم اور مغربی تہذیب کے اثرات اس درجے کو پہنچ گئے ہیں کہ سمجھ دار طبقے چیخ اٹھے ہیں۔ اور تو اور عورتوں کی جدید تعلیم اور بے پردگی کے حامی بھی بے حیائی کی اس رفتار سے گھبرا رہے ہیں۔ مگر ازہر کا یہ بگڑا ہوا شیخ اس پر بھی مطمئن نہیں۔ بے دے کہ صرف پارلیمنٹ کی ممبری اور انتخاب کا حق عورتوں کو مصر اور دوسرے عرب ملکوں میں حاصل نہیں۔ خوش قسمتی سے عرب ملکوں کے علماء اور اہل نظر اس بات پر متفق ہیں کہ عورتوں کو عام ملکی نظم و نسق میں دخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے "نیل زادیوں" کی تمام ہنگامہ آرائیوں کے باوجود اب تک وہاں عورتیں ووٹ اور ممبری کے "کاروبار" سے الگ ہیں۔ کتاب کے مصنف اس پر بہت نالاں ہیں۔ اور یہاں یہ بات دلچسپی کے ساتھ سننی جائے گی کہ مصنف نے عورتوں کی صلاحیت کار کے سلسلے میں سب سے بڑی اسلامی حکومت پاکستان کی بے پردہ خاتون، بیگم ثناء اللہ سہروردیہ کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے نیز پاکستانی عورتوں کو بے محابا اور بے جھجک پرٹیکے لباس میں دیکھ کر بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔ (ص ۲۱۱)

کتاب کا تعارف ذرا طویل ہو رہا ہے۔ آخر میں ایک بات اور سن لی جائے تو اچھا ہے۔ کتاب کی قیمت خاص طور پر بہت کم رکھی گئی ہے۔ اور ایک سال میں چار ادیشن نکل چکے ہیں۔ نیز غیر ملکی عیسائی مشنریوں نے اس کی طباعت و اشاعت میں خاص طور پر مدد کی ہے۔ (۲) جن ہٹا نعلہ رسم یہاں سے جاتے ہیں، | مصنف محمد الغزالی - ۱۳۶ صفحے۔

یہ خالد محمد خالد کی کتاب من ہٹا مندأ کا جواب ہے۔ اس کے مصنف الانخوان المسلمون